جہانِ صبر کی اک تاجدار تھی زینبؑ

(۳۰)

جہانِ صبر کی اک تاجدار تھی زینبؑ　　ہزار جبر پہ با اختیار تھی زینبؑ
حسینؑ تھے دلِ ایماں قرار تھی زینبؑ　　خزاں کے رنگ میں وجہِ بہار تھی زینبؑ
سمومِ ظلم سے جب خشک باغ دیں کا تھا
لہو سے شاہ نے اشکوں سے اس نے سینچا تھا

ہر امتحاں میں رہی یہ بھی ہمرہِ شبیرؑ　　بنائی بگڑی ہوئی حق کے دین کی تقدیر
قدم قدم کی شہنشاہیت کی یوں تحقیر　　خوشی خوشی غم و رنج و الم کے کھائے تیر
مصیبتوں میں بھی پیہم خدا کو یاد کیا
جو اس کی شان کے شایاں تھا وہ جہاد کیا

بریدِ کعبہ تھی دنیا میں زینبؑ اب زینبؑ　　عروجِ دینِ نبیؐ کا ہوئی سبب زینبؑ
گئی تھی شام میں ہو کے اسیر جب زینبؑ　　تو شان کہہ رہی تھی ہے حسینؑ اب زینبؑ
بتا کے شاہ کی مظلومیت زمانے کو
چلی تھی ظلم کو بنیاد سے مٹانے کو

جو ہو کے شام کے دربار میں اسیر گئی　　تو قلب پاک سے آزادیٔ ضمیر گئی
بچانے عابدِ مضطر کو مثل تیر گئی　　دکھاتی ولولۂ شاہ قلعہ گیر گئی
کیا جہاد کہ توڑی ظلم و بدعت کی
خدا کی تیغ سپر بن گئی امامت کی

پڑھا بلیغ وہ خطبہ فصیح ہو گئے دنگ　　وہی علیؑ کا تھا لہجہ وہی علیؑ کا رنگ
ہر ایک لفظ دلِ ظلم کے لئے تھا خدنگ　　چلا کے تیغِ زباں جیت لی یزید سے جنگ
جھکائے شرم سے سر ایسا انفعال ہوا
عرب تمام عجم ہو گئے یہ حال ہوا

ردا چھنی تو دیئے درس پردہ داری کے　　بڑھائی عزتِ دیں سہہ کے رنج خواری کے
بنائے راستے ایماں کی کامگاری کے　　طریقے ڈھونڈھ کے مظلومیت گساری کے
بقائے دیں کا نیا راستہ تلاش کیا
جفائے ظلم یزیدی کا پردہ فاش کیا

نہ بڑھتا دشت بلا سے حسینیت کا قدم ذرا کسی کو نہ ہوتی خبر خدا کی قسم
کہ دفن کر چکے تھے فطرتوں سے اہل ستم مگر یہ تھا اسی اک فخر خانداں کا دم
چمن سیاست شہ کا بہار تک پہونچا
کہ حال سبط نبی ہر دیار تک پہونچا

یہی تھی قافلہ سالار کاروان حسین بلند جس سے انہی نے کیا نشان حسین
جہاں پہ ختم ہوا دور امتحان حسین وہیں سے آگئیں زینب بہ عزم و شان حسین
اسی طرح پئے اسلام جانفشانی کی
خدا کے دین کی ہر دم نگاہ بانی کی

سنا جو حکم رہائی تو یہ کیا ارشاد خدا کا شکر رہائی ہمارے دل کی مراد
کہو یزید سے پھر جا کے سید سجاد دے ہم کو ایک مکاں بھر نالۂ و فریاد
اٹھائیں زحمتیں آرام ان دلوں کو کر لیں
کہ اپنے بھائی پہ دل کھول کے بکا کر لیں

پیام سن کے یہ کہنے لگا زمانہ ساز یہ خیال ایک محل جائیں سب بصد اعزاز
خوشی سے ہو غم سبط رسولؐ کا آغاز شقی سیاست زینب کا یہ نہ سمجھا راز
کہ میرے ظلم کے قصے سنائے جائیں گے
یوں اپنی فتح کے ڈنکے بجائے جائیں گے

نہ ایسے بھائی بہن میں ہوئے نہ ایسی بہن نہ چھوڑا ساتھ اٹھاتی رہی ہزار محن
سکھائے الفت آل نبیؐ کے سب کو چلن جو وقت پڑ گیا دلبند فاطمہؑ پہ کٹھن
خوشی سے دل پہ بڑا جبر اختیار کیا
عزیز جان سے تھے بچے مگر نثار کیا

سناؤں الفت زینب کا حال اہل عزا یقیں ہے پیٹو گے سر اور کرو گے آہ و بکا
اٹھے گا مجلس ماتم میں شور واویلا بیاں کی تاب نہیں دل میں درد ہے ایسا
سنو جو دل سے جگر خون ہو وہ بات ہے یہ
کہ کربلائے معلی کی واردات ہے یہ

مطلع

جو سر بسجدہ نہم کو یہ آفتاب ہوا رخ سیاہ شب تیغ سے بے نقاب ہوا
تھی معرفت جنھیں ان کو اک اضطراب ہوا وضو کو پانی نہ ملنے سے پیچ و تاب ہوا
اہم فریضہ کا تھا وقت خوب پڑھنے لگے
غریب کر کے تیمم نماز پڑھنے لگے

ہے سب کے آگے وہ ماہ تمام عرش خدا صفیں جمائے ہیں پیچھے رسول کے شیدا
بصد خلوص کئے جاتے ہیں فرائض ادا فلک پہ قدسیوں میں دمبدم ہے یہ چرچا
فدا حسینؑ پہ ہیں فخر روزگار ہیں یہ
خدا کی صنعت کامل ہیں شاہکار ہیں یہ

جو مغربین و وظائف سے پایا شہ نے فراغ مہ منیر کا گل ہو گیا فلک پہ چراغ
ستارے بن گئے سب آسماں کے دل کے داغ خزاں کی نذر ہوا کہکشاں کا پھولا باغ
جو شب کی مہر لگی نور کے خزانے پر
تو بڑھ کے ظلمتیں سب چھا گئیں زمانے پر

خیام زید والا میں بے قرار ہیں سب کہ روز قتل کا پیغام لے کے آئی ہے شب
ہے غم سے حضرت کلثوم کا تو حال عجب ہیں اپنے بیٹوں سے سرگرم گفتگو زینبؑ
ہیں گو ادیب طریق ادب سکھاتی ہیں
گلے لگا کے وفا کے سبق پڑھاتی ہیں

عجیب درد سے فرما رہی ہیں با دل زار شرف میں ثانی احمدؐ ہیں با دل زار
ہے باغ دین نبی میں انہی کے دم سے بہار خدا نے سب کا کیا ان کو مالک و مختار
یہ غربت ان کی نہیں راز کبریا کے ہیں
ہے امتحان کی منزل جو بھوکے پیاسے ہیں

زمانہ ظلم و ستم سے ہوا جو ہے معمور یزید ڈالتا ہے دین پاک حق میں فتور
لباس کفر میں اسلام آج ہے مستور بچانے آبرو اس کی کھڑے ہوئے ہیں حضور
نیا ہے دور تو عنوان بھی نرالے ہیں
شکست ظلم کو سر دے کے دینے والے ہیں

سحر کو ہوں گے قیامت کے سب عیاں آثار کریں گے جانیں فدا شہ کے قدموں پر انصار
عجب نہیں جو ہوں پامال قاسمؑ دیندار شہید ہوگا دل و جان سید ابرار
قدم پہ شاہ کے عباسؑ جان کھوئیں گے
ہر اک کی لاش پہ بھائی بھی ہم بھی روئیں گے

خیال کیا ہے تمہارا بتاؤ ماں قرباں تمہارے باپ پہ مجھ پر بھی شہ کے ہیں احساں
عزیز جان پیمبر سے کیا کرو گے جاں کہو خرید و گے جنت کہ بیچو گے ایماں
ہو اب تو خاصے سمجھدار صاف ظاہر ہے
امام وقت سے جو پھر گیا وہ کافر ہے

لرز کے دونوں نے مادر سے عرض کی با ادب — خفا غلاموں سے کیوں ہیں حضور کیا ہے سبب
وفا شعاروں سے یہ گفتگو ہے جائے عجب — خدا کے واسطے فرمائیے ہے کیا مطلب
وغا میں خنجر و تیر و تبر نہ کھائیں گے
ہم اور خلیفۂ بر حق سے منھ پھرائیں گے

حسب نسب میں کسی سے ذرا نہیں ہیں کم — ہمارے نانا ہیں محبوب حق امیر اُمم
ہیں پوتے جعفر طیار کے خدا کی قسم — مجال کیا ہے جو سرکیں رہ وفا سے قدم
کریں گے حملے مکرر ہزار پیاسے ہیں
جناب حیدرؑ کرار کے نواسے ہیں

سُنا ہے جلتے تھے میدان میں کے جب وہ علم — رہ فرار پکڑتے تھے ڈر سے اہل ستم
مثال کوہ نہ رن سے کبھی ہٹائے قدم — یہ کیا خیال ہے اماں ڈریں گے موت سے ہم
نشان قصر یزیدی پہ جا کے گاڑیں گے
وغا میں پہلے علمداروں کو پچھاڑیں گے

یہ سُنکے اور ہی تیور ہوئے کیا ارشاد — علم کے پاس نہ جانا یہ بات رکھنا یاد
نہ میری محنتیں للہ کیجیو برباد — نہیں تمہاری طرفدار گو کہ ہو اولاد
تمہارے رنج کو خاطر میں بھی نہ لاؤنگی
علم تو بھائی سے عباس کو دلاؤں گی

ہو پوتے حضرت جعفرؑ کے میں نے یہ مانا — علیؑ سا شیر خدا بھی تمہارا تھا نانا
تم ہی علم کے ہو وارث یہ کس طرح جانا — یہ رنگ ہیں تو نہ اب میرے سامنے آنا
کیا یہ فرض علمداری ایک ورثہ ہے
تم ہی بتاؤ کہ عباسؑ کس کا بیٹا ہے

علیؑ کے بعد علم کا محق ہے وہ یا تم — قمر کے سامنے کیا قدر رکھتے ہیں انجم
ہزاروں آفتیں لاتی ہے ساتھ صبح دہم — تمہیں علم کی پڑی ہے ہمارے ہوش ہیں گم
دُکھے دلوں کو دکھاؤ نہ بے قراروں کے
طریقے سیکھو خدادار و وفا شعاروں کے

یہ سُنکے چھوٹے نے رو رو کے ماں سے کی تقریر — حضور آج خفا کیوں ہیں ہم سے بے تقصیر
نہیں خیال بھی اس کا ہمیں برب قدیر — بھلا علم کے طلبگار ہوتے ہم سے حقیر
لگاتے دھبہ ہم اخلاق خاندانی میں
یہ بات کہہ گئے تقریر کی روانی میں

نہیں ہے کھیل علمداریٔ جنود خدا — یہ اس کا حق ہے قدم جس کے حق پہ ہو وفا
وہ شیر فاتح خیبر ہے جو وقت وغا — وہ جس کے نعروں سے گونج اٹھے عرصۂ ہیجا
زمیں سے تا بہ فلک جس کا رعب چھا جائے
پرِ ملک میں بھی اک تھرتھری سی آ جائے

یہ سن کے چوم کے منہ بولیں زینب رنجور — نہیں تمھاری خطا کچھ نہیں ہے میرا قصور
خدا تمھیں بھی کرے خوش کیا مجھے مسرور — مدد امام کی کل چاہیے ہے تا مقدور
خدا کے دین سے منہ ظالموں نے پھیرا ہے
ستمگروں نے انھیں بے قصور گھیرا ہے

یہ گفتگو تھی کہ آغاز صبح نور ہوا — ستارے کہہ کے چھپے رنگ کفر دور ہوا
ہر ایک ذرہ ضیا بار مثل طور ہوا — خوشی سے کھل گیا مومن کا دل سرور ہوا
پناہ لینے بڑے اشتیاق میں پہونچیں
تمام ظلمتیں قلب نفاق میں پہونچیں

وہ وقت ہے کہ ہیں مسرور جن وانس و ملک — نہ مہر ہے نہ ہے مہتاب اطلسی ہے فلک
ہے اعتدال پہ موسم تو معتدل ٹھنڈک — شباب بخشتی ہے روح کو گلوں کی مہک
ہر اک دماغ میں عشرت کی لے سمائی ہے
نسیم دوش پہ میخانہ لے کے آئی ہے

وہ صبح نو وہ سماں نور کا وہ رنگ فلک — وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ بھینی بھینی مہک
صبا کی مستیاں گلریز ڈالیوں کی لچک — وہ قطرے موتی سے شبنم کے دلفریب چمک
وہ زلف سنبل پیچاں نکھار ارے توبہ
وہ دلکشیٔ گل نو بہار ارے توبہ

افق سے بڑھتی ہوئی سیل نور کیا کہنا — ہوا میں خاصیت صد سرور کیا کہنا
وہ خوشبوؤں کا گلوں کی وفور کیا کہنا — وہ چار سمت غزل خوان طیور کیا کہنا
وہ بلبلوں کے ترانے فضا پہ چھائے ہوئے
وہ رنگ رنگ کے گل اوس میں نہائے ہوئے

روش روش ہے بہشت چمن چمن ہے سرور — خزاں کا نام بھی صحن چمن سے ہے اب دور
شجر نہال ہیں باد صبا کا ہے جو مرور — ہیں مور رقص کناں ناچتی ہو جیسے حور
طیور مست ہیں راگ اپنے اپنے گاتے ہیں
چٹک کے غنچے بھی سب چٹکیاں بجاتے ہیں

یہ صبح ہے کہ خدائے کریم کی رحمت — ہوائیں سرد و خوش آہنگ ضامن صحت
مشام جاں کے لئے بوئے برگ گل امرت — فضا مہکتی ہوئی روح پاک کو جنت
یہ آب و تاب کہ گرد الم کو دھوتی ہے
وہ نور ظلمت غم جس سے دور ہوتی ہے

جو محو خواب ہیں اس وقت ہجر کے مارے — گنا کئے تھے بصد انتظار جو تارے
ہزار مرغ خوش الحان چمن میں چہکارے — نہ جاگنا تھا نہ جاگے مگر وہ بیچارے
ترس غریبوں پہ باد صبا بھی کھانے لگی
نسیم پاؤں بہ آہستگی دبانے لگی

نئی ہے صبح کے آنے کی شان طرفہ بیاں — شجر شجر سے ہیں سو رنگ معرفت کے عیاں
نہال جھومتے ہیں مرغ دے رہے ہیں اذاں — کہ پتی پتی پہ ہے حمد رب بنی ہے زباں
ہوا سے جھونکے برابر جو نخل کھاتے ہیں
برائے سجدۂ معبود سر جھکاتے ہیں

کیا ہے صبح کے تارے نے جو فلک پہ وقوع — تو مسجدوں میں اذاں اہل حق نے کی ہے شروع
وہ لحن ہو دل داؤد جس کو سن کے رجوع — ہے لا اللہ کی آواز میں غضب کا خشوع
ملک بھی جھومتے ہیں تا فلک رسائی ہے
صدائے خیر عمل دو جہاں پہ چھائی ہے

کہاں ہے آ کہ یہ وقت نماز ہے ساقی — گناہگار میں تو کارساز ہے ساقی
سویرا ہے کہ در توبہ باز ہے ساقی — پیوں گا پہلے کہ اس میں بھی راز ہے ساقی
نظر میں فرق فروع اصول ہے ساقی
پئے بغیر عبادت فضول ہے ساقی

ہے صبح جلد صبوحی مجھے پلا ساقی — کروں گا پی کے نماز سحر ادا ساقی
بغیر نشہ عبادت کا کیا مزا ساقی — کہ تو ہی خوش ہو نہ راضی رہے خدا ساقی
نماز بے پئے شر ہے فساد ہے ساقی
یہ میرا دین یہ میرا اعتقاد ہے ساقی

نہار منہ ہوں بس اب ساغر نہار پلا — یہ مے سویرے ہی پینے کی ہے بہار پلا
چہک کے کہہ رہی ہیں بلبلیں ہزار پلا — ہے میرے دل کی تمنا کہ بے شمار پلا
ہوں مست اہل فلک عرش تک مہک جائے
ہر ایک ساغر گل آج تو چھلک جائے

جناب شیخ سے کہدے کوئی کہ بندہ نواز — یہ مانا اول وقت آپ پڑھ رہے ہیں نماز
عبث ہے گر نہیں یہ مے حضور کی دمساز — طلب ہیں اس کی بس اب کیجے دونوں ہاتھ دراز
وگرنہ یاد رہے روز و شب اندھیرا ہے
یہ توبہ توڑئیے حضرت ابھی سویرا ہے

ہے یہ بھی بادۂ الفت کے نشہ کا اک اثر — کہ کربلائے معلیٰ پہونچ گئی ہے نظر
وہ کر کے شکر کا سجدہ اٹھے شہ صفدر — وہ آفتاب نے بھی سجدے سے اٹھایا سر
ضیا نے اذن وہ قدموں کے بوسے دے کے لئے
بڑھے وہ دست شعاعی مصافحے کے لئے

گئے وہ خیمۂ اقدس میں سید والا — وہ دیکھا حال کہ دل ہو گیا تہ و بالا
بیاں کسی کا ہے قسمت نے تفرقہ ڈالا — کہ مجھ سے چھٹتا ہے اکبر سا گیسوؤں والا
ملا نہ پانی بہار شباب جاتی ہے
مرے چمن میں خزاں موت بنکے آتی ہے

کسی کی گود میں اک شیرخوار بچہ ہے — وفور تشنہ لبی سے جو وہ بلکتا ہے
تڑپ کے کہتی ہے اے میرے مہ لقا کیا ہے — کبھی لگاتی ہے چھاتی سے طرفہ نقشہ ہے
جو یوں بھی اس کی طبیعت نہیں بہلتی ہے
تو بیٹھتی ہے کبھی اور کبھی ٹہلتی ہے

جناب زینب مغموم سج رہی ہیں علم — ہیں گرد کھولے ہوئے سر کے بال اہل حرم
رداں ہیں آنکھوں سے آنسو دلوں پہ چھائے ہیں غم — دھرے ہیں سینے پہ ہاتھوں کو سب پئے ماتم
ادھر تو گریہ و شیون ہے نوحہ خوانی ہے
ادھر زبانوں پہ بچوں کی پانی پانی ہے

جو سج چکا علم پاک احمد مختار — تو جھک گئے پئے تعظیم سید ابرار
ہوئی وہ نوحہ و ماتم کی بیبیوں میں پکار — کہ آئے خیمے میں گھبرا کے شہ کے سب دلدار
علم سجا ہوا دیکھا تو احترام کیا
خمیدہ ہو کے زیارت پڑھی سلام کیا

جو شور گریہ ہوا کم پکارے شاہ زمن — نشان فوج خدا کون اٹھائے آج بہن
بصد خلوص کئے زینب حزیں نے سخن — جو ہو حضور کی مرضی وہی ہے مستحسن
جو مجھ سے پوچھتے ہیں آپ کا فدائی ہے
محق علم کا تو عباس میرا بھائی ہے

ہے اس میں دبدبۂ و شان جعفر طیار   علی کا رعب شجاعت نہیب عز و وقار
انہی کے دم سے واللہ میرے دل کو قرار   یہ دوسرا ہے زمانہ میں حیدر کرار
خدا کو علم ہے کتنی ہے منزلت اس کی
سوا حضور کے کس کو ہے معرفت اس کی

پکارے شاہ مبارک ہو بھائی جان ادھر آؤ   سکون دو مرے دل کو ذرا گلے لگ جاؤ
خوشی بہن کی ہے بابا کا اپنے عہدہ پاؤ   بڑھو بڑھو یہ علم لو نہ میری جاں شرماؤ
دعائیں لو بڑی ہمشیر کو سلام کرو
خدا کرے پھلو پھولو جہاں میں نام کرو

جھکے سلام کو عباس مل چکا جو علم   بہن کے گرد پھرے چومے شاہ دیں کے قدم
اٹھے تو اور ہی کچھ ہو گئے تھے جاہ و حشم   قدم سے لپٹی تھی جرأت جلال تھا ہمدم
بس اب ہے صبح یہی آن بان کہتی تھی
نہیں ہے شام کی اب خیر شان کہتی تھی

تھے منتظر در دولت پہ دیر سے انصار   جو نکلا ہو کے سلامی علم بعز و وقار
ادب سے سب پئے تعظیم جھک گئے اکبار   دی بڑھ کے تہنیت اک ایک نے بصد تکرار
جناب حیدر کرار یاد آنے لگے
حبیبؓ دیکھ کے شوکت کو مسکرانے لگے

یہ حال تھا کہ یکایک بڑھی سپاہ جہول   پکارے بڑھ کے بن قین روح جان بتول
ہمیں بھی رن کی رضا دیجئے برائے رسول   کہ اب تو اپنی حدوں سے بڑھے ہیں نامعقول
کہا حسینؑ نے ہمت کا امتحان کرو
خدا کے دین پہ قربان اپنی جان کرو

رضا ملی تھی کہ نکلے جہاد کو انصار   تمام فوج مخالف کو کر دیا مسمار
گرے جو گھوڑوں سے سب نے کہا پکار پکار   ہماری جیت یہی ہے یہی یزید کی ہار
کھلے گا راز مظالم کی انتہا ہو کر
بقائے دیں کا سبب ہوں گے ہم فنا ہو کر

شہید ہو گئے انصار رن میں جب سارے   تو نکلے جنگ کو مسلم کی آنکھوں کے تارے
لعین رن میں کم و بیش سینکڑوں مارے   گھرے جو فوج کے نرغہ میں آہ مہ پارے
قدم رکابوں میں کھا کھا کے زخم جم نہ سکے
گرے کہ مرکبوں پہ وہ غریب تھم نہ سکے

شہید ہو گئے مسلم کے دونوں جب دلدار — قدم پہ عون و محمد گرے رہا نہ قرار
کہا ہمیں بھی ہو رخصت عطا شہ ابرار — ہے اُن سے چھوٹ کے واللہ زندگی دشوار
مزا حیات کا پھر کیا ہے جب اکیلے ہوئے
یہ دونوں بھائی تھے بچپن سے ساتھ کھیلے ہوئے

ہزار ہم نے کہا دی حضور نے نہ رضا — تھا مقتضائے اطاعت یہی کہ صبر کیا
پر اب تو ڈر سے نہیں ہیں ہمارے ہوش بجا — کہیں کے پھر نہ رہیں گے ہوئیں جو اماں خفا
بہت سنائیں گی باتیں بھی طعنہ بھی دیں گی
کبھی نہ دیکھیں گی صورت نہ دودھ بخشیں گی

اٹھا کے قدموں سے شہ نے کہا نہ غم کھاؤ — بس اب نہ روؤ گلے سے ہمارے لگ جاؤ
چلو بہن سے سفارش کریں نہ گھبراؤ — کرو نہ خوف دلاورو ہمارے ساتھ آؤ
یہ کہہ کے خیمۂ اقدس میں خود حسین گئے
عقب میں کانپتے زینب کے نورِ عین گئے

پکاریں دیکھ کے بیٹوں کو حضرت زینب — ارے یہ زندہ ہیں اور مر گئے وہ تشنہ لب
نہ آئیں سامنے اب ان سے مجھ کو کیا مطلب — ذلیل کیسی ہوئی ہوں میں ہائے ان کے سبب
غلط نہیں ہے مرا یہ ملال مر نہ گئے
شہید ہو گئے مسلم کے لال مر نہ گئے

اسی پہ رات کو کہا تھا مجھ سے کھا کے قسم — ہیں پوتے جعفر طیار کے سہیں گے الم
نواسے حیدر کرار کے ہیں اماں ہم — لڑیں گے لشکر غدار سے جما کے قدم
ہیں شیر، شیروں کے کل حوصلے دکھائیں گے
سبھوں سے پہلے ہمیں بہر جنگ جائیں گے

محل میں کس لئے آئے ہیں کہہ دو باہر جائیں — ہے صورتوں سے تنفر مجھے نہ شکل دکھائیں
ترس نہ آئے گا مجھ کو ہزار اشک بہائیں — یہ آئے خیمہ میں کیوں جیتے جی ذرا بتلائیں
پکارے شاہ نہ بگڑو ہم ان کو لائیں گے
گلے لگا دو کہ بہر وداع آئے ہیں

قصور ان کا نہیں کچھ ہمیں نے دی نہ رضا — وفا شعاروں نے رخصت کو بار بار کہا
بڑے سعید ہیں ہم پہ ہیں جان و دل سے فدا — ہمارے سر کی قسم اب نہ ہونا ان پہ خفا
یہ بیقرار ہیں بے حد قرار دو زینب
دلہن کو چوم کے گیسو سنوار دو زینب

یہ کہہ کے شاہ تو باہر گئے اُٹھی وہ حزیں دلہن کو ایک کے اور اک پسر کی چومی جبیں
کسی اضطراب سے پھر دونوں کی بلائیں لیں کہا ہو تول کے پورے اب آیا مجھ کو یقیں
تمہارے چھٹنے کا جانکاہ کو الم ہوگا
عبث خفا ہوئی کیوں اور بھی یہ غم ہوگا

میں سوچتی ہوں کہ ایک یہ ہو گیا مجھے کیا حواس کھوئے ہوئے ہیں قرار دل کا گیا
ہے درد کوکھ میں آنکھوں میں ہے اندھیرا سا ارے میں کیا کروں اندھیر ہو گئی دُنیا
کیا تھا قصد نہ روؤں گی وقت رخصت بھی
عجیب چیز ہے پر مادری محبت بھی

سنبھالوں ہائے میں کس طرح قلب مضطر کو خبر نہ ہو مری حالت کی شاہ صفدر کو
رواں ہے سیل ہوا کیا یہ دیدۂ تر کو بس اب تو چاہتا ہے جی کہ پیٹ لوں سر کو
قلق سے منہ کو جگر بار بار آتا ہے
تھمے نہ اشک نہ دل کو قرار آتا ہے

یہ کیا ہوا مجھے کیوں پاؤں تھرتھراتے ہیں بڑھاپے سوز جگر ہونٹ سوکھے جاتے ہیں
غش آ نہ جائے کہ تیور یہ نیند آتے ہیں خیال خواب بھیانک مجھے دکھاتے ہیں
ہزار صبر کرو دل کہیں بہلتا ہے
کہ مامتا سے بھلا بس کسی کا چلتا ہے

یہ ماں نثار پلٹ کے نہ گھر میں آؤ گے ہیں لاکھ تڑپوں نہ صورت مجھے دکھاؤ گے
بدن پہ بھوک میں شمشیر تیر کھاؤ گے جو ہوگی پیاس سوا خون میں نہاؤ گے
ہوا نہ صبر تو اپنی بھی جان دے دوں گی
بھلا کن آنکھوں سے یہ حال زار دیکھوں گی

وہ رن کی جلتی زمیں ہائے اور یہ تن نازک وہ تیز دھوپ وہ پیاس آہ اور یہ گل سے بدن
وہ یاس در پے آزار ہر طرف دشمن قلق وہ روح نکلنے کا اور وہ الجھن
یہی نہیں کہ فقط مجھ سے چھوٹ جاؤ گے
یہ سب پہاڑ مصائب کے تم اٹھاؤ گے

یہ کہتے کہتے جو عشق حسین لایا رنگ شروع ہو گئی زینب سے مامتا سے جنگ
غم و ملال سے دل بس کے ہو چکا تھا تنگ تو دکھ کے صبر کی سل رو کے درد و رنج کے زنگ
لگا کے سینے سے دونوں کو خوب پیار کیا
پکاریں جاؤ تمہیں شاہ پر نثار کیا

دعائیں شان ید اللہ آج دکھلانا — کریں جو نرغہ ستمگر ذرا نہ گھبرانا
مثال شیر ہر اک صف میں تم نڈر جانا — بہادروں کو ہے اک کھیل لڑ کے مر جانا
رہ خدا میں جو تم آج سر کٹاؤ گے
جسے فنا نہیں ایسی حیات پاؤ گے

کہاں کا غم ہے مسرت کہ ہو گے حق پہ نثار — صلے میں پاؤ گے دونوں بہشت سا گلزار
گلے لگائیں گے خود بڑھ کے احمد مختار — تمہاری پیاس بجھائیں گے حیدر کرار
گل مراد سے دامن تمہارے بھر دیں گی
جناب فاطمہ حوروں سے بیاہ کر دیں گی

ادھر تو بیٹوں سے کرتی تھی گفتگو مادر — ادھر سنی حرم پاک شاہ دیں نے خبر
کہ مرنے جاتے ہیں زینب کے دونوں لخت جگر — سب آئے پیٹتے روتے بپا ہوا محشر
قلق سے حضرت کلثوم کو غش آنے لگا
فلک پہ گریہ و ماتم کا شور جانے لگا

بلائیں لیں جو کسی نے کسی نے پیار کیا — کسی نے چوم کے منہ کو گلے کا ہار کیا
کسی نے اپنے کو نادانوں پر نثار کیا — تھا ماں کو سکتہ بڑا جبر اختیار کیا
نہ روئی بیٹوں کی رخصت کا یہ سماں دیکھا
کبھی انھیں تو کبھی سوئے آسماں دیکھا

سبھوں سے ہو چکے رخصت جو وہ خجستہ خصال — کیا یہ مادر غمگیں سے دست بستہ سوال
کہ دودھ بخشئے اماں ہمیں ہے فکر مآل — یہ سنکے صبر کی گو سعی کی بحد کمال
مگر نکل گیا قابو سے دل رہا نہ گیا
ہوا تھا گریہ گلوگیر کچھ کہا نہ گیا

لگایا بڑھ کے کلیجے سے دونوں کو اک بار — بلائیں پھیر دیں کہ لے کے بولی وہ غمخوار
میں دودھ بخش چکی غم نہ کھاؤ اب زنہار — کہا سنا مرا کردو معاف تم پہ نثار
یہ کہہ کے آنے لگا غش تو تھرتھرانے لگیں
بڑھی یہ جوشش گریہ پچھاڑیں کھانے لگیں

یہ حال تھا کہ چلے رن کو خیمہ سے وہ دلیر — تھی فکر کار خدا میں نہ ہو زیادہ دیر
وہ تشنہ کام تھے از بس کہ زندگی سے سیر — چلے شکار پہ جاتا ہے جیسے جنگل کا شیر
بڑھا تھا غیظ بڑی آن بان سے نکلے
محل سے حیدر و جعفر کی شان سے نکلے

یہاں بھی مل چکے سب سے جو دونوں خوش کردار | تو جھک گئے پئے تسلیم سید ابرار
دعائیں دے کے کیا مرکبوں پہ شہ نے سوار | نگاہیں اٹھیں چلے سوئے فوج شرر بہ وار
فرس دلیروں کے جاتا ہوا زمانہ ہوئے
اڑے ہوا میں جو گیسو تو تازیانہ ہوئے

مطلع

ہے شور حضرت زینبؑ کے لال آتے ہیں | دعا کے شوق میں دو خرد سال آتے ہیں
نبیرۂ اسد ذوالجلال آتے ہیں | فرس اڑائے ہوئے خوش جمال آتے ہیں
حسب نسب کا ہو کیا ذکر یہ بہادر ہیں
ہیں پوتے جعفر طیار کے بہادر ہیں

بڑے شجاع ہیں دونوں کی کم سنی پہ نہ جاؤ | ہے چتونوں سے عیاں ڈال دیں گے سینوں میں گھاؤ
نگاہیں کہتی ہیں غصہ میں آج دنیا ڈھاؤ | غضب میں فتنۂ محشر کو ٹھوکروں سے جگاؤ
پناہ ہوگی نہ ممکن ہر ایک ترسے گا
ہے سرخ آنکھوں کا ایما کہ خون برسے گا

وہ دیکھو آتے ہیں ضیغم فرس اڑائے ہوئے | نگاہیں چھوڑے ہوئے پتریاں جمائے ہوئے
اڑیں گے دیکھنا دم بھر میں ہوش آئے ہوئے | یہ دونوں شیر ہیں عباس کے سکھائے ہوئے
عرب میں کوئی بھلا دیگا کیا جواب ان کا
یہ طفلیاں ہیں تو ہوگا شباب کیا ان کا

یہ طفل وہ ہیں کہ شیروں کو ٹوک لیں بن میں | زک ایک لاکھ جوانوں کو دیں لڑکپن میں
جو پہلواں ہوں مقابل پڑیں وہ الجھن میں | کھلے گا حال شجاعت کا آنے دو رن میں
کیا جو حملہ علمداروں کو بھگا دیں گے
نشان چھین کے یہ دھجیاں اڑا دیں گے

ہیں باغ جعفر طیار کے گل نورس | ہوا سے باتیں نہ کیونکر کریں پھر ان کے فرس
ہے آمد آمد ابھی اور ہیں بند سب کے نفس | ہو تو سہی کہ یہ دنیا ستمگروں کو قفس
ہر اک کو زندگی اپنی وبال ہو جائے
نکلنا روحوں کا تن سے محال ہو جائے

بڑے کو دیکھ کہ سج دھج علیؑ کی ہے ساری | وہی ہیں ٹھاٹھ وہی رعب داب خودداری
ہے چھوٹا شیر گرسنہ جوانوں پہ بھاری | ہے مثل جعفر طیار اس کی تیاری
بنے گا یہ بھی علمدار امتحاں ہو کر
اڑے گا بے پروں واللہ یہ جواں ہو کر

ادھر تو فوج کی آنکھوں میں ہے جہاں اندھیر | ادھر وہ بدر منیر آ رہے ہیں زیست سے سیر
کیا ہے مشورہ دونوں نے جنگ میں نہ ہو دیر | صفوں میں جا پڑے آتے ہی تیر مثل شیر
دکھاؤ زور علیؑ چھین کے نشانوں کو
بنا دو پیر کمر توڑ کے جوانوں کو

تم آؤ میمنہ پر میسرے پہ ہم جائیں | ہر ایک وار میں سو جانب عدم جائیں
در آئیں قلب میں دونوں جو زنگ جسم جائیں | جناح میں بھی پہونچ کے قدم نہ تھم جائیں
تمام ظلم کی بستی اجاڑ لیں تو پھریں
خوشی خوشی در کوفہ اکھاڑ لیں تو پھریں

لڑیں جو عمر بھی ہنگام امتحاں آ جائے | یہ کھائیں خوف جو مرحب سا پہلواں آ جائے
علیؑ کے نام سے یہ تاب یہ تواں آ جائے | ملا دیں خاک میں گر سر پہ آسماں آ جائے
چلے ہیں نصرت سرور کو انقلابی ہیں
نہیں ہیں اور کوئی ہم ابو ترابی ہیں

یہ کہتے تھے وہ دل و جان جعفرؑ طیار | کہ بے پروں اڑے سوئے سپاہ شر ہزار
ہوا پکاری سلیماں کا تخت تم پہ نثار | کہاں یہ دم کریں تم سے مقابلہ پردار
انھیں نشان سم توسن کے چاند ہو جائیں
مقابل آئیں تو سیارے ماند ہو جائیں

فرس نہ تھے وہ چھلاوہ تھے برق کی رو تھے | ہر ایک کام پہ انداز ناز سو سو تھے
رخوں میں حوروں کے جلوے ملک کے پرتو تھے | وہ جا پہونچتے ہیں منزل پہ مہر کی ضو تھے
بپا شور رہو گئی لو صبح شیر آ پہونچے
پلک جھپکتے ہی تا فوج شام جا پہونچے

محمدؑ آگے بڑھے کی سپاہ شر پہ نگاہ | پکارے راہ پہ آ کے ہوئے ہو کیوں گمراہ
بنے ہو بندۂ زر حق سے پھر گئے صد آہ | کہو خدا کے لیے لا الٰہ الا اللہ
بہیمیت پہ تلے ہائے کیسے انساں ہو
ہے دل میں شرک فقط نام کے مسلماں ہو

پکارے عونؑ جری وعظ و پند ہے بیکار | نہ راہ راست پہ آئیں گے بھائی یہ زنہار
ہٹائیے بھی جہنم میں جائیں بدکردار | علاج ان کا یہی ہے کہ کھینچیے تلوار
جفا و ظلم و تمرد کی یہ سزا دیجے
فریب کاروں کو راہ سقر بتا دیجے

یہ کہہ کے جوش میں کہنے لگا وہ شیر جری　　کہ ہم خصوصیتیں کچھ بیاں کریں اپنی
سنو ہماری ہی تلوار ہر جگہ پہ چلی　　ہر اک جنگ میں آگے رہے ہر اک سے علی ہم
ہمیں نے مرحب و عنتر کو بھی پچھاڑا ہے
ہمیں نے قلعۂ خیبر کا در اکھاڑا ہے

ہمیں ہیں نادِ علیؑ جن کی شان میں آیا　　ہماری مدح کا سورہ قرآن میں آیا
ستارا چرخ سے اپنے مکان میں آیا　　جو معجزہ کا محل امتحان میں آیا
خدا کی شان بغیر خطاب کھینچ لیا
اشارے سے طبق آفتاب کھینچ لیا

ہمارے نانا علیؑ جد ہیں جعفر طیار　　لقب ہے دونوں کا مشہور قاتل کفار
علیؑ وہ مرد بقول نبیؐ جو تھے کرار　　خدا ہے جن کا محب دل سے جو خدا پہ نثار
جو دشمن ان کے تھے وہ کارزار سے بھاگے
علیؑ وہ تھے جو ہمیشہ فرار سے بھاگے

ہمیں ہیں صانع عالم کی صنعت کامل　　کہیں بلند فرشتوں سے اپنی ہے منزل
سنی ہماری جو تسبیح حل ہوئی مشکل　　ہمارے صدقے میں کی حق کی معرفت حاصل
ہمارے علم ہیں کون و مکاں پہ چھائے ہوئے
ہیں سارے اہل فلک اپنے ہی پڑھائے ہوئے

ہوئی تھی ختم نہ تقریر ابھی کہ آئے تیر　　پے وغا بڑھے باجے بجا بجا کے شریر
قریب آ گئے ہنگامہ کرتے جب بے پیر　　پکارے عونؑ و محمدؑ بھی یا جناب امیر
فرس بڑھائے غضب ہیں علیؑ کی شان کے ساتھ
نکالے نیمچے جعفرؑ کی آن بان کے ساتھ

وہ نیمچے تھے کہ ورت اجل روانی میں　　تھا صرف ذائقۂ موت جن کے پانی میں
سبک تھے دیکھنے میں گو وہ تھے گرانی میں　　چمک انہی کی ہے یہ برق آسمانی میں
گرے چمک کے چلیں جو گیاں رسالوں کی
برس پڑے نظر آئی گھٹا جو ڈھالوں کی

یہاں گرے تو چمکتے ہوئے وہاں نکلے　　اٹھے تو جوہروں سے رشک کہکشاں نکلے
برس کے ابر صفت صورت کماں نکلے　　کیا جو غور فرشتے کا آشیاں نکلے
چڑھے تھے چرخ پہ جوہر ہیں پھول سینے تن ہیں
چھپے ہیں یا ملک الموت ان کے دامن میں

وغا میں عون و محمد دکھا رہے ہیں ہنر — جو پاؤں ایک کے کاٹے اڑا دیا ایک کا سر
جو خود ایک کا چھینا تو ایک کا مغفر — دکھا کے ہاتھ طمانچے کا توڑی اک کی کمر
تمام فوج میں شہزادوں کی دہائی ہے
بپا ہے شور کہ گھمسان کی لڑائی ہے

لگا نہ میمنہ پر دل تو قلب پر آئے — گئے ادھر وہ جھپٹ کے تو یہ ادھر آئے
وہ جا کے میسرے کا خاتمہ جو کر آئے — تو یہ جناح کو سب خاک و خوں میں بھر آئے
وہ ابن سعد کے خیمہ کے پاس جا پہونچے
تو یہ بھی الٹے ہوئے آستیں آ پہونچے

پکارے عون جری بھائی اب ہے جنگ تمام — شکست کھا گیا صد شکر ہم سے لشکر شام
اکیلا رہ گیا ہے ابن سعد بد انجام — طنابیں کاٹ دو خیمہ کی میرے گل اندام
صدا یہ سنلی نصیب اس شقی کا جاگ گیا
کہ پشت خیمہ سے وہ بد سرشت بھاگ گیا

وہاں سے ہونٹ چباتے ہوئے پھرے ذیجاہ — شکار چھٹ جو گیا شیروں کے تھی لب پر آہ
بیاں تھا چھوٹے کا کیا غضب ہوا واللہ — ہمارے قبضہ میں آ کے نکل گیا گمراہ
نہ بھاگتا جو شقی خیمہ ہی میں مر رہتا
تو آج فتح کا سہرا ہمارے سر رہتا

تھے محو جنگ جدل میں تو کچھ نہ تھا احساس — تھمے جو دھوپ میں تنہا تو رنگ لائی پیاس
زباں تالو سے چپکی رہے نہ ہوش و حواس — زمیں پہ گرنے لگے ضعف سے وہ عرش اساس
تلی جفا پہ منھ انسانیت سے پھیر لیا
یہ حال دیکھ کے پھر فوج شر نے گھیر لیا

وہ کمسنی وہ عطش وہ یورش رسالوں کی — وہ چیرہ دستیاں ہر سو سے نیزے والوں کی
وہ ضربیں تیغوں کی سر پر وہ مار بھالوں کی — تھیں قہر شیروں کو وہ جرأتیں شغالوں کی
نہ زور چلتا تھا رہ رہ کے طیش کھاتے تھے
غش آنے لگتا تھا جب تیغ اٹھاتے تھے

بڑھی غضب کی حرارت تو اور بھڑکی پیاس — وہ بھولے بھولے سے چہرے ہوئے کچھ اور اداس
گھرے تھے دشمنوں میں ہو گئی تھی زیست سے یاس — یہ باتیں کرتے تھے آپس میں دونوں نیک اساس
وہ کرتے جنگ کہ منھ ظالموں کے پھر جاتے
نہ ہوتی پیاس تو کیوں اس طرح سے گھر جاتے

قسم خدا کی اسی ایک پیاس کے مارے
سپاہ شام سے ہم جنگ جیت کے ہارے
کہا بڑے نے یہ کیا کہہ رہے ہو اے پیارے
یہی تو فتح کے انداز ہیں عیاں سارے
ہمیشہ ظلم کے انجام میں خرابی ہے
تمھاری پیاس نہیں راز کامیابی ہے

جو چل رہی ہیں ہمارے سروں پہ تلواریں
ہیں دور رس یہ سمجھ لو تم ان کی جھنکاریں
یہ ایک روز بنیں گی انھیں پہ پھٹکاریں
اے تو سہی یہ جفا کار جیت کے ہاریں
یزیدیت ہو فنا ایسا انقلاب آئے
حسینت کا بلندی پہ آفتاب آئے

یہ کہہ رہا تھا وہ بیکس کہ سر پہ گرز لگا
جگر میں چھوٹے کے در آیا ظالم کا بھالا
جو اس کو آگیا چکر تو یہ بھی تیورایا
بڑے کے ساتھ ہی آیا زمین پر چھوٹا
تھی جلتی ریت جو دونوں کے جسم جلنے لگے
تو بیقرار ہوئے کروٹیں بدلنے لگے

جو ان کے گھوڑوں سے کربلا کی پائی تشنہ نے خبر
جگر میں درد اٹھا دل ہوا سوا مضطر
کہا بہن کی خبر لو تم اے علی اکبرؑ
نکل نہ آئیں وہ گھبرا کے خیمہ سے باہر
ہم اور قاسمؑ و عباسؑ رن میں جاتے ہیں
وفا شعاروں کے لاشے اٹھائے لاتے ہیں

یہ حکم پا کے گئے گھر میں اکبرؑ گلفام
بہاتے اشک چلے رن کو شاہ تشنہ کام
قریب پہونچے تو دونوں یہ کررہے تھے کلام
نہیں ہے دیر بس اب کام ہو رہا ہے تمام
پکار دان کو وہ مشکل میں کام آتے ہیں
سنا ہے نزع کے ہنگام امام آتے ہیں

پکارے رو کے شہ دیں بس اب ہو تم اداس
ہیں صدقے آنکھیں تو کھولو کرو درست حواس
یہ دیکھو قاسمؑ مضطر ہیں اور یہ عباسؑ
حسینؑ روتا ہے بیٹھا ہوا تمھارے پاس
ہر اک تمھارے لئے بیقرار و مضطر ہے
چلو محل میں کہ مادر کا حال ابتر ہے

سنی جو شاہ کی آواز مسکرائے صغیر
کیا خلوص سے دونوں نے شکر رب قدیر
سلام کر کے یہ کہنے لگے زہے تقدیر
کہ شاہ دیں کی زیارت ہوئی ہے وقت اخیر
کرم کیا ہے یہ آقا کی مہربانی ہے
بس ایسی موت پہ قربان زندگانی ہے

یہ کہتے کہتے بہ حسرت نگاہ کی شہ پر   پسینہ موت کا آیا بدل گئے تیور
جو ہچکی آئی تو رکھے قدم پہ شاہ کے سر   وہ تشنہ کام روانہ ہوئے سوئے کوثر
بڑے غیور تھے دونوں ہزار غم کھائے
مگر نہ پیاس کا شکوہ زبان پر لائے

پکارے چوم کے دونوں کا منھ امام انام   ہزار حیف کہ اٹھے جہاں سے تشنہ کام
تمھی کو گو کہ عدو سے سوا پیاس نزع کے ہنگام   مرے لحاظ سے لب پر نہ لائے پانی کا جام
وفا کے نام کو کس شان سے ابھار گئے
حسینؑ جیتا ہے افسوس تم سدھار گئے

یہاں یہ حال تھا واں پہونچے خیمہ میں اکبرؑ   گرے ہیں گھوڑوں سے بچے پہونچ چکی تھی خبر
پکاریں دیکھتے ہی ان کو زینبِ مضطر   خدا کا شکر کہ تم آ گئے یہاں دلبر
غم و ملال و الم سے کلیجہ شق ہوتا
جو تم بھی لاشوں پہ جاتے مجھے قلق ہوتا

ملول کیوں ہو پریشان کیوں ہیں سر کے بال   ہے چاک چاک گریباں یہ کیا بنایا ہے حال
اُف اتنا روئے ہو دیکھو تو آنکھیں ہو گئیں لال   کرو غلاموں کا للہ اس قدر نہ ملال
ملا ہے رتبہ شہادت کا نامدار ہوئے
تمھارے قدموں پہ صدقے ہوکے نثار ہوئے

میں صدقے آئیں جو لاشیں تو تم نہ جانا پاس   تمھارے سر کی قسم مجھ کو آئے گا دسواس
یہ میٹھا سال جو ان کا لائے مالک راس   میں خوش نہیں ہوں گئے ہیں جو قاسمؑ و عباسؑ
ہزار طرح کے وہم آہ دل میں آتے ہیں
سنا ہے لاشیں اٹھا کے وہ گھر میں لاتے ہیں

یہاں یہ ذکر تھا فضہ نے آکے دی جو صدا   بہاتے اشک چلے آتے ہیں امام ہدا
ہیں پیچھے قاسمؑ و عباسؑ محوِ آہ و بکا   ہو جمع بیبیو! جلدی بچھاؤ فرشِ عزا
تمام لونڈیاں در پر پچھاڑیں کھاتی ہیں
کہ شاہزادوں کی لاشیں محل میں آتی ہیں

محل میں آئے جو لاشیں لئے وہ تشنہ لب   تھے ساتھ روتے ہوئے بیقرار شاہ عرب
یہ حال دیکھ کے سجدے میں جھک گئیں زینبؑ   بیاں تھا ہو گیا پورا جو تھا مرا مطلب
ہوئے شہید انھیں یہ شرف حصول ہوئے
ہزار شکر کہ ہدیے مرے قبول ہوئے

لٹائیں میتیں مسند پہ لاکے بہ اکرام — بپا ہوا حرم شاہ دیں میں اک کہرام
بہن کا گھر ہوا تاراج تھے کسی کے کلام — بیاں کسی کا تھا ہے ہے اجڑے ہو تشنہ کام
کسی کی دیکھ کے زخموں کو جان جاتی تھی
تو سوکھے ہونٹوں پہ اک اشک خوں بہاتی تھی

سکینہ سہمی ہوئی رو رہی تھی زار و نزار — لہو لہان تھے بھائی تو دل کو تھا نہ قرار
ہر اک کا پاس سے منہ تکتی تھی وہ سینہ فگار — چمٹ کے چھاتی سے مادر کی کہتی تھی ہر بار
گئے تھے نہر پہ کیا پانی پی کے آئے ہیں
یہ کیا ہوا ہے کہ سب خون میں نہائے ہیں

پکاریں بانوئے رنجور اے مرے ناداں — بھلا یہ پیاسے کہاں اور جام آب کہاں
ہے بعد مرگ بھی ہونٹوں پہ دیکھ خشک زباں — تمھیں خبر نہیں دونوں سدھارے سوئے جناں
وہاں گئے ہیں جہاں سے نہ پھر کے آئیں گے
اب ان کو بادۂ کوثر علیؑ پلائیں گے

تھا شاہزادوں کی لاشوں کے گرد اک محشر — تھا کوئی نوحہ کناں کوئی پیٹتا تھا سر
تھیں ایک گوشے میں زینبؑ خموش اور ششدر — تھا ایک ہاتھ جگر پر تو ایک تھا دل پر
خیال شاہ سے نالہ نہ لب تک آتا تھا
رنگ ایک آتا تھا منہ پر تو ایک جاتا تھا

جو دیکھا شاہ نے یہ حال زینبؑ مضطر — پکارے حضرت کلثومؑ کو کہ اے خواہر
بٹھا دو بیٹوں کی لاشوں پہ ماں کو بھی لاکر — کہ وہ بھی کر لیں بکا ہم تو جاتے ہیں باہر
سفر میں ہم پہ مصیبت اک اور آئے گی
اگر بھڑاس نہ نکلی تو جان جائے گی

یہ سنکے حضرت کلثومؑ اٹھیں بہ درد و الم — بہن کو بیٹوں کی لاشوں پہ لائیں دے کے قسم
پکاریں دیکھ کے چہروں کو زینبؑ پُر غم — سوئے بہشت سدھارے تم اور زندہ ہیں ہم
ہزار طرح کے بچو ملال جھیل گئے
ہمارے کہنے سے جانوں پہ آہ کھیل گئے

عجب شان سے خیمہ سے جاکے آئے ہو — یہ ماں نثار لہو میں نہاکے آئے ہو
بدن پہ جھوک میں تلواریں کھاکے آئے ہو — کلیجہ شق ہو وہ حالت بناکے آئے ہو
جو مندمل نہ ہوں وہ داغ دیئے جاتے ہو
نہ پھر کے آؤ گے اب اس طرح سے جاتے ہو

بہت خجل ہوں ہوئی تم پہ ہیں جفا کئی بار / نہ کیجو نانا سے شکوہ مرا ہیں تم پہ نثار
بڑا قلق ہے نہ دیکھا جو اپنوں کا سنگھار / بہار آنے سے پہلے خزاں ہوا گلزار
نہ دلھنیں آئیں نہ بچے مرے سنے خوشحال ہوئے
یہ چہرے پھول سے ہے ہے لہو سے لال ہوئے

یہ بین کرتی تھیں زینب کہ آئے شاہ ہدا / بہن کے حال پہ تا دیر کر کے آہ و بکا
پکارے بھائی کو لے جاؤ میتیں بھیا / یہ سنکے گریہ و ماتم کا ایک شور ہوا
جو دی ہر ایک نے رو کے صدا بخدا حافظ
عجیب درد سے بانو نے کہا خدا حافظ

ہو کس زباں سے شدید اب یہ حال زار بیاں / یہ مختصر ہے کہ محشر کا تھا حرم میں سماں
وہاں جو ایک تھی غش میں تو ایک تپاں تھی یہاں / بہا کے خون کے آنسو یہ کہہ رہی تھی وہاں
نہ سہرے دیکھ سکی نامراد ماں بچو
ہزار حیف نہ پورے ہوئے جواں بچو

رباعی

دنیائے حسینیت کی رہبر زینبؑ
ہنگام جلال شاہ خیبر زینبؑ
مظلومیت و صبر میں ہمتائے حسینؑ
عابد کی امامت کی پیمبر زینبؑ

(شدید)

اشعارِ غم

ہمشیرہ شدید لکھنوی (جنت)

بیاں کیا کروں جو دل کی میری ہے حالت
شدید غم ہوا بس جھک گئی کمر جنت

شاگرد شدید جناب جدید لکھنوی

استاد کے مرنے سے وہ فقدان ہوا ہے
باغِ سخن لکھنؤ ویران ہوا ہے

قطعہ تاریخ

عمدۃ الشعراء جناب سید سجاد حسین صاحب شدید لکھنوی (مرحوم)

از نتیجۂ فکر سید علی امام زیدی گوہر
نبیرۂ شدید لکھنوی

شدید جانِ سخن وجہ افتخارِ سخن
شدید صانعِ گلزارِ پر بہارِ سخن
کہے ہیں خلق سزا مین تو بہ تو واللہ
ہے راست گو جو کہے ان کو کردگارِ سخن

سنہ ۱۹۷۸ء